R. No. 2186/57 Regd. No. L. 1872

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

ٹیلی فون — ۲۹
قیمت فی پرچہ:
...

تاریخ اشاعت

جلد ۲۴ - شمارہ ۳۸ | ایڈیٹر: - آل احمد سرور | ۸ر اکتوبر ۱۹۶۵ء

اداریہ

اپنی مدد آپ کیجیے

پریس رجسٹرار کی تازہ رپورٹ سے اردو دوستوں کی ہمت افزائی ہوئی ہے۔ اردو کی مقبولیت نہ صرف قائم ہے بلکہ بڑھ رہی ہے خصوصاً روزناموں کی تعداد میں تو نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ اگر اردو دوستوں کی اقتصادی حالت اور بہتر ہوتی، اگر وہ اردو کے اخباروں اور رسالوں کی اور سرپرستی کرتے، اگر وہ برابر اخبار اور کتابیں خریدنے کی عادت ڈال لیتے، تو اخباروں اور رسالوں کی اشاعت لاکھوں تک پہنچ جاتی۔

لیکن کچھ لوگوں کی عادت پڑ گئی ہے کہ ہمیشہ غلط بحث کریں گے ایک معاصر نے لکھا ہے اخباروں کی مقبولیت بڑھی تو کیا ہوا، حکومت کا رویہ تو ویسا ہی ہے بلکہ حال ہی میں نائب وزیر داخلہ نے صاف جواب دے دیا ہے کہ وہ اتر پردیش، بہار، پنجاب، مدھیہ پردیش، راجستھان اور دہلی میں اردو کو سرکاری زبان تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔

اس سلسلے میں ہمیں انصاف سے کام لینا چاہیے۔ اخباروں کی تعداد اور ان کی اشاعت سے حکومت کا کیا تعلق۔ حکومت نہ اخباروں کی تعداد بڑھاتی ہے نہ گھٹاتی ہے۔ اخباروں کی اشاعت اردو کی عوام میں، اور اردو دوستوں میں مقبولیت پر منحصر ہے، بلاشبہ حکومت کو چاہیے کہ اردو دوستوں کا مطالبہ منظور کرے۔ جمہوریت کے اصول کی رو سے یہ مطالبہ حق اور انصاف پر مبنی ہے، حکومت نے اس سلسلے میں بے نیازی یا بے پروائی کا مظاہرہ کر کے اچھا نہیں کیا اور اسے اپنے نظریے پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔ اردو دوست نہ صرف اس مطالبے پر قائم ہیں بلکہ وہ اس وقت تک اس پر اصرار کرتے رہیں گے جب تک اسے تسلیم نہ کر لیا جائے۔

مگر اردو اخباروں کی تعداد میں اضافے اور اردو کی مقبولیت کے دائرے میں وسعت کے لیے ہمیں جدید دور کی ضروریات پر غور کرنا پڑے گا۔ آج کے اخبار میں تازہ ترین خبریں ہونی چاہئیں اور اخبار چند گھنٹوں میں نہیں بلکہ منٹوں میں چھپنا چاہیے۔ اس میں تصویریں ہونی چاہئیں۔ اس میں خاص فیچر ہونے چاہئیں اس کی اپنی سروس بھی ہونی چاہیے اور خبر رساں ایجنسیوں سے بھی اس کا قریبی رابطہ ہونا چاہیے۔ اس میں سب کی دلچسپی کا سامان ہونا چاہیے۔ کھیلوں کا حال، بازار کا جائزہ، سیاسی، تعلیمی، ادبی، اقتصادی سائنسی موضوعات پر مقالے ہونے چاہئیں۔ ہر اخبار کا اپنا فوٹوگرافر ہو جو موقعے پر پہنچ کر تصویریں لے سکے۔ اس میں اشتہاروں کا حصہ خاصا ہونا چاہیے تاکہ روزگار کے جویا بھی اسے خریدیں۔ کتنے اردو کے اخبار ایسا کر سکتے ہیں۔ جو سب سے زیادہ چھپنے والے اخبار ہیں وہ دس یا پندرہ ہزار سے زیادہ نہیں چھپتے، انھیں اشتہار دینے والے کیوں نوازیں اور اشتہار نہ ملیں تو آمدنی کیسے بڑھے۔ حکومت کے اشتہار مل بھی جائیں تو کتنے ملیں گے، اشتہار تو تجارتی کمپنیوں سے ملتے ہیں اور وہ یہ دیکھتی ہیں کہ بڑی تعداد کون سے اخبار پڑھتی ہے۔

گویا اصل مسئلہ اقتصادی حالت بہتر بنانے کا ہے۔ اردو دوستوں کا بڑا طبقہ جاگیردارانہ تصورات سے چمٹا ہوا ہے، صنعت و حرفت، تجارت میں چند ہی لوگ ہیں۔ اردو دوست جب اس

اس شمارے میں

شعبے میں ترقی کریں گے تو ملک کو بھی فائدہ پہنچائیں گے، اردو کو بھی اور اپنے کو بھی۔ ہمیں زیادہ سے زیادہ اخباروں کو لمیٹڈ کمپنیوں کے ذریعہ سے چلانا چاہیے، ان کے حصّے بڑی تعداد میں فروخت کرنے چاہییں اور طباعت کے جدید طریقوں کو اپنانا چاہیے۔ اس طرح ہم اپنے اخباروں، رسالوں اور کتابوں کی اشاعت بہت بڑھا سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں شمع، آستانہ، بیسویں صدی کی مثال سامنے رکھنی چاہیے یہاں ہم ان پرچوں کے معیار اور مواد کے متعلق کچھ کہنا ضروری نہیں سمجھتے، ہمیں تو یہ عرض کرنا ہے کہ ان پرچوں نے جدید دور کی ضروریات کا لحاظ رکھا ہے اور اس کے لیے مناسب انتظامات کیے ہیں اور یہ پرچے کامیابی سے چل رہے ہیں۔ آخر ہم یہی طریقہ دوسرے اخباروں اور رسالوں کے سلسلے میں کیوں نہیں برت سکتے۔

حکومت کے روپے پر تکیہ ضرور کیجیے، مگر کبھی کبھی جو خود کرنے کا کام ہے وہ بھی کیجیے۔ حکومت تو ان کی مدد کرتی ہے جو اپنی مدد آپ بھی کر سکتے ہیں۔

روہیلکھنڈ اخبار بریلی کا جوبلی نمبر نومبر میں شائع ہوگا

بریلی۔ یہ شمارہ جو میگزین سائز کے کم از کم دو سو صفحات پر مشتمل ہوگا جس میں تجزیے، مضامین، تبصرے اور مقالوں کے علاوہ نظمیں و غزلیں بھی شامل کی جائیں گی۔ جن شعراء اور ادیبوں کی نگارشات اس نمبر کے لیے قبول کی جائیں گی ان کے فوٹو بھی شائع کیے جائیں گے۔

(منیجنگ ایڈیٹر روہیلکھنڈ اخبار بریلی)

میر تقی میر کے متعلق ایک کتاب کے سلسلے میں شاہ ایران کا پیغام

لکھنؤ ۲۰ ستمبر۔ شاہ ایران نے میر اکیڈمی کے نام ایک پیغام بھیجا ہے جس میں میر کو امن و انسانیت کا شاعر قرار دیا گیا ہے۔ شاہ نے لکھا ہے۔ "میر کے منظومات ایک ایسے روحانی پیغام کی حیثیت رکھتے ہیں جن میں عالمی بھائی چارے، عالمی دوستی، انس و خلوص کی تلقین کی گئی ہے"

شاہ کا یہ پیغام "حدیث میر" میں شامل کیا جائے گا جو میر تقی میر کے بارے میں مرتب کی گئی ہے۔ شاہ نے اپنے پیغام میں لکھا ہے "عرفی شیرازی، شیب تبریزی، حکیم ہمدانی، سرمد کاشانی اور ایسے ہی اور کئی بڑے بڑے شاعر ایران سے ہندوستان پہنچے تاکہ وہ وہاں بھی پیغام دے سکیں جو ہم پورے خلوص اور عقیدہ کے ساتھ اردو کے مشہور شاعر میر کے منہ سے سنتے ہیں۔"

شاہ نے ان مصیبتوں کا ذکر کیا ہے جو میر کو اپنی زندگی میں پیش آئیں اور کہا ہے کہ اعلیٰ قدروں کو تلاش کرنے والوں اور پختہ عقیدہ پر چلنے والوں کو ہی قسم کے حالات کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ انسانی سماج کے ان بھلائی والوں کو جتنی زیادہ مصیبتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں اتنا ہی ان کا نام اور وقار عالمی تاریخ میں اونچا ہو جاتا ہے۔

شاہ نے اس امید کا اظہار کیا ہے کہ ایک دن ایسا بھی آئے گا جب سارے تنازعات ختم ہو جائیں گے اور عالمی اخوت اور امن کا دور شروع ہوگا۔ شاہ نے اپنا ایک دستخطی فوٹو بھی روانہ کیا ہے جو کتاب میں شامل کیا جائے گا۔

(ریاست جدید کانپور)

سرت چندر چٹرجی کی ۹۰ ویں سالگرہ

ماسکو۔ بنگلا زبان کے مشہور مصنف سرت چندر چٹرجی کی ۹۰ ویں سالگرہ آئندہ سال سوویت یونین میں وسیع پیمانے پر منائی جائے گی۔ اس موقع پر ان کی تخلیقات کا انتخاب شائع کیا جائے گا اور سرت چندر چٹرجی کی مختصر کہانیوں کا ایک مجموعہ پیش کیا جائے گا۔ اس مجموعے کے ساتھ مصنف کی زندگی اور فن کے بارے میں ایک تفصیلی مقالہ بھی شامل ہوگا۔ سوویت یونین میں سرت چندر چٹرجی کا پہلا ناول ۱۹۵۰ء میں شائع ہوا تھا۔ پہلا ایڈیشن سوا لاکھ جلدوں پر مشتمل تھا۔

(ندیم، بھوپال)

ہنگامی حالات میں اردو شعراء نے بڑا کام کیا ہے

مدھیہ پردیش کے وزیر صنعت و حرفت کا اعتراف

وزیر صنعت و حرفت ڈاکٹر شنکر دیال نے صدر منزل میں ایلفنڈ ہینڈ کی انفارمیشن اینڈ براڈکاسٹنگ کے مشاعرہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ جہاں شاعروں نے ارجن اور بھیم کے کارناموں کو اپنی شاعری میں نظم کر کے امر کر دیا ہے وہیں وہ موجودہ جنگ میں بے پناہ بہادری دکھانے والے بہادروں اور شہیدوں کے کارناموں کو نظم کر کے ان کے کاموں کو امر کر رہے ہیں۔

آپ نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ ہنگامی حالات میں جس طرح اردو شعراء نے اپنی شاعری کے ذریعہ ماحول کو گرم رکھا میں اپیل کرتا ہوں کہ اسی طرح موجودہ حالات میں بھی وہ گرمجوشی جاری رکھیں کیونکہ دشمن سے ابھی ہماری جنگ جاری ہے۔ ہمارے شاعروں کا فرض ہے کہ وہ اپنی قوم کے بہادر سپوتوں کے ناموں کو اپنے شعروں میں نظم کر کے ان کے کارناموں کو امر کر دیں کیونکہ یہ کام شاعری خوبصورتی سے انجام دے سکتے ہیں۔ اردو شعراء پر مجھے فخر ہے میں امید کرتا ہوں کہ وہ اس کام کو اپنا فرض سمجھ کر ضرور انجام دیں گے۔

(سیاست)

اٹلی میں ہفتۂ شاعری

روم، قصبہ سپولیٹو میں گذشتہ دنوں ہفتۂ شاعری منایا گیا۔ جس میں امریکہ، لاطینی امریکہ، افریقہ اور مشرقی یورپ کے مشہور و ممتاز شاعروں نے شرکت کی۔ شرکاء میں امریکی شاعر ایذرا پونڈ، اٹلی کے نوبل پرائز یافتہ شاعر سالواتور کاسیمودو، اور برطانیہ کے اسٹیفن اسپنڈر بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ یہ اپنی نوعیت کا پہلا شاعرہ تھا جو کسی یورپی ملک میں اتنے وسیع پیمانے پر منعقد کیا گیا۔ یہ مشاعرہ ایک ہفتے تک جاری رہا۔

(انگار)

محمد انصار اللہ نظر

فارسی کا ایک نادر تذکرہ

فارسی میں تذکرہ نویسی کا آغاز بہت پہلے ہو چکا تھا گیارہویں صدی ہجری کے اختتام تک شعرائے فارسی کے کئی تذکرے لکھے جا چکے تھے لیکن بارہویں صدی کے اوائل کے تذکروں میں سرخوش کے کلمات الشعراء کے علاوہ کسی تذکرے کا ذکر عام طور پر نہیں ملتا۔ بعض کتب خانہ اجمیر میں ہمیں شعرائے فارسی کا ایک قلمی نسخہ دستیاب ہوا۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر سطور ذیل میں اس کا تعارف کرایا جاتا ہے۔

مخطوطہ ناقص الطرفین ہے ۸ × ۵½ سائز پر ہے۔ تذکرے کے نام، مولف، سال تالیف و کتابت وغیرہ کا پتہ نہیں چل سکا البتہ نواب عاقل خاں رازی کے حالات میں یہ عبارت ملتی ہے۔

امروز کہ دوازدہ سال است حضرت ظل سبحانی بہ تنبیہ مفسدان دکن توجہ داشتہ، بہ یمن تدبیر و برکت صوبہ داری او بہ دم شاہجہان آباد و نواحی رہ جمعی کہ در حضور بادشاہ حاصل بود جابہ (کذا) حال است و خلاصہ احوال کرامت استمالش اگر نظام رش آراستہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (ص۸۵)

اس کے حاشیہ پر مولانا متقی اجمیری لکھتے ہیں۔

دش و عالمگیر در ۱۰۹۲ھ جانب دکن رخ نمودہ است ازیں حساب ایں سطور در ۱۱۰۴ھ نوشتہ شدہ است

(حاشیہ ص۸۵)

مولف نے اکثر حالات ذاتی معلومات کی بنیاد پر لکھے ہیں اس سے اس کے تذکرے کی قدر و قیمت بہت بڑھ گئی ہے، جگہ جگہ وہ شعرا سے اپنے تعلقات و روابط کا ذکر کرتا ہے مثلاً ناصر علی کے حالات میں کہتا ہے۔

بہ رخی از واردات فکر بلند وجہ حلاش عنایت فرمایند کہ با سطور مذکورہ در "سفینہ" ثبت نماید (ص۱۱۵)

لفظ "سفینہ" کے محل استعمال سے ترشح ہوتا ہے کہ شاید تذکرہ کا نام بھی یہی ہو چنانچہ سرخوش کے حالات میں بھی ہے۔

واین چند غزل از وی سفینہ دستخطی کہ نزد راقم بہ نظر در آمدہ بود قلمی کرد۔ (ص۱۰۳)

مولف نے شہزادہ محمد اعظم شاہ کے دربار کے حالات اس طرح لکھے ہیں گویا وہ خود وہاں موجود تھا اس سے اس کے منصب اور اپنے زمانے میں عالی مرتبہ ہونے کا قیاس کیا جا سکتا ہے چنانچہ بیدل کے حالات میں لکھتا ہے کہ ایک مجلس میں کسی نے کہا کہ اس وقت بیدل سے بہتر دہلی بلکہ اکثر سواد ہند میں کوئی شاعر نہیں ہے شاہزادہ نے فرمایا کہ ہماری مدح میں قصیدہ لکھے تاکہ اس کی طبیعت کا حال معلوم ہو اور ہم اس کے منصب میں اضافہ کر کے اسے سرفراز کریں۔ یہ حال بیدل کو معلوم ہوا تو انھوں نے استعفا دے دیا اور ہر چند دوستوں نے سمجھایا مگر قبول نہ کیا۔ (ص۱۲۲)

تذکرہ کا آغاز صفحہ ۸۲ سے ہوتا ہے عبارت اس طرح ہے۔

۔ ۔ ۔ ۔ بزرگان و آشنایان کہ خلعت فاخرہ ہستی در۔ ۔ ۔ ۔ کارخانہ فیض بخشی خاص و عام بہ سر داند غازہ تازہ بر عذار سادہ رویان ادراک بیگذارد۔

اس ذیل میں دس شعرا کا حال لکھا ہے مختصراً نقل کرتا ہوں۔

(۱) کامیاب دولت حقیقی و مجازی نواب عاقل خاں رازی۔ اسم شریفش میر عسکری ست از سادات صحیح النسب خوان و از عمدہ خوانین شاہ عالمگیر است ۔ ۔ ۔ ۔ دیوانش عالمیست پر از یوسف طلعتان معانی۔ (ص۸۳)

(۲) سیادت نسب صفوت نشاں مجمع کمالات نواب شکر اللہ خاں۔

(۳) خواجہ معین الدین اشہر بہ شاہ غازی از بزرگ زادہ ہائے ماوراء النہر است و در شکار (سرکار) شاہ عالم سلطان معظم خلف حضرت عالمگیر شاہ بخدمت قوربیگی کہ اولیں پایہ علو درجات صوریست سربلندی دارد (ص۹۳)

(۴) مورد تائیدات جلیل مہمان خوان سخن مرزا اسمٰعیل ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ در اشتیاق خواجہ معین الدین شاہ غازی کہ احوالش قبل ازیں مرقوم گردید ایں غزل بہ شہر اورنگ آباد فرستادہ بود در شعرائے آنجا اعتبار یافت غزل۔

خندہ سر زند بہ غنچہ دہن لب تو
زبان نشین نہ کند بلبل سخن لب تو

(ص۹۴)

(۵) محیت سرشت صداقت توامان مرزا نجم علی ترکان ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ شیرازی الاصل است و در ہند متولد شدہ ترکان تخلص میکند، جوان خوش رو، و خوشخو، خوش خلق و خوش مشرب است، و در فن ترویت از مدتہا استمادی فریفتہ خوبیہای اوست (انھوں نے صائب اور ناصر علی کی غزل کے جواب میں بھی غزل لکھی جو اس تذکرہ میں درج ہے) (ص۹۶، ص۹۷)

(۶) نو رحدیقہ نیکو بیانی میرزا محمد تقی ابن مرزا مسعود خاں

(۷) شمع محفل دل افروزی میر جمیل تخلص بہ سوزی اصلش از مشہد مقدس کہ قبۃ الاسلام بخارا، و مولد و منشا ایش ہندوستان است و در ہنگام تسطیر ایں اوراق منصب بادشاہی و ترک عمل آہی گذاشتہ روی توجہ بہ مقربان درگاہ الٰہی نہاد (ص۱۰۰)

(۸) مہبط فیوضات بہ میری حکیم فیض علی

۱۔ یہ مخطوطہ صاحبزادہ سید شمس الحسین اجمیری کی تحویل میں ہے، استفادہ کے لیے موصوف ہی نے اجازت دی تھی چنانچہ شکر گزار ہوں۔ نظر

(۹) میرزا محمد افضل سرخوش...... از مردم عبد اللہ خانی است و از موزونان عصر مشہور...... و نیکو خیالی راقم حروف را بادی صحبت اتفاق نیفتاد (ص۱۱۲)

(۱۰) سراپا ہوش تمام حیرت احمد عبرت (کذا)

اس کے بعد دوسرا جزو شروع ہوتا ہے عنوان اس طرح ہے۔

ذکر بعض از نازک خیالان و خیال بندان کہ امروز در عرصہ ہندوستان کوس بلند آوازگی می زنند و زاد طبع آنہا از مستعدان ایران و توران دست بدست میرود (ص۱۱۳)

اس جزو میں چودہ شعرا کا حال لکھا ہے۔

(۱) شمع انجمن روشندلی شیخ ناصر علی..... چند روز ایں مسافر گزرگاہ ہستی بحسب قسمت در شہر سرہند مقیم گشتہ بود با شیخ ناصر علی صحبتہا ردی داد بہ تقریبی چند روز ملاقات اتفاق نیفتادہ و دراں ایام تعریف کہ بالا مرقوم گردید بہ زبان قلم آمدہ بود..... (ناصر علی کے نام مولف کا خط اور پھر ناصر علی کا جوابی رقعہ بھی نقل کیا ہے لیکن مولف کا نام اس میں بھی نہیں آیا) (ص۱۱۴ تا ص۱۱۸)

(۲) فرشتہ خوی صاحب دل مرزا عبد القادر بیدل......
در اوائل شباب چند روز بنابر مصلحتی نوکری شاہزادہ عالیجاہ سلطان محمد اعظم شاہ اختیار کردہ بہ منصب عمدہ سرفرازی یافتہ بود...... دیوانش بیست ہزار بیت خواہد بود و یک بیت مدح دراں داخل نیست (ص۱۲۴)

(۳) درکمالات انسانی ممتاز شیخ محمد سعید اعجاز

(۴) میر محمد زمان راسخ....... اصلش از عراق عجم است و مولدش از ہندوستان در سرکار شاہزادہ والا قدر عالی جاہ سلطان محمد اعظم شاہ از ارباب کنکش (کذا) است خاص سلطانی احدی را با خویش شاہم (کذا) نداشتہ. (ص۱۳۷)

(۵) رفعت وابہت (کذا) دستگاہ مرزا مبارک اللہ واضح تخلص میکند..... ایں ابیات از دیباچہ دیوان او مناسب ایں مقام نمود...... نبیرہ نواب اعظم خاں جہانگیر شاہی است و از فیض طبع میر محمد زمان راسخ بہرہ وافر برداشتہ اما مردی شوخ طبع است و لعین بیباکی و قلندر مشربی بسر میبرد (ص۱۳۹)

(۶) سراپا تمیز شوکت عبد الواحد وحشت..... از نبایر حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ ست (کذا) و در قصبہ مولدش تھا نشو و نما یافتہ (ص۱۴۲)

(۷) سالک مسالک مستقیم میرزا عوض بیگ نعیم...... اصلش از بدخشاں است و از قوم چغتائی شیخ عمر است...... والد خویش کہ از منصبداران عمدہ جہانگیر شاہی بود..... بحکم بادشاہ ملازم سرکار اعلی سلطان مراد بخش گردید...... از ندمای محفل امیر الامرا نواب شائستہ خاں گشت......
اکنوں کہ حالت تحریر و ترتیب ایں مجموعہ است در سرکار نواب عالیجناب دولت مآب نواب شکر اللہ خاں از جلسای مجلس فیض منزل است۔ (ص۱۴۵)

(۸) یکتا غواص بلند فکری نوازش خاں لاہوری۔

(۹) در فن سخنوری نکتہ دان کامل نکتہ دان باریک بیں محمد فاضل۔ ..... از قوم بختیار است و ثبتی تخلص دارد...... از مدتہا در بلدہ معتبرہ دہلی سکونت دارند و مولد و منشاش نیز دارالخلافت (ص۱۴۶) ان کے اشعار اور نکات لطیفہ در مدح نواب شکر اللہ خاں بھی تحریر کیے ہیں)

(۱۰) وقت دستگاہ شیخ حبیب اللہ شیخ زادہ تخلص بنام می کند۔ ...... بفیض نوازش خاں لاہوری افروختہ است و بہرہ افاضت از صحبت رنگ لبریز محمد فاضل نیز اندوختہ (ص۱۵۱)

(۱۱) عین انسان و انسان عین صاحب فکر رسا میر محمد حسین

(۱۲) میرزا محمد محسن...... از قوم ذو القدر است و ذو القدر باصطلاح مردم ترک تیر اندازی خطا را گویند میرزا محمد محسن ہمیں لفظ را تخلص قرار دادہ...... شعر کم میگوید...... راقم حروف را بعد از مدتہا ایں غزل بخط خود عطا فرمود تا بر سبیل یادگار ثبت نماید و ہی ہذا۔

بہ گلزاری کہ آں سرمایۂ جلوہ گاہ اینجا
کتان چشم بلبل میشود موج گیاہ اینجا

(ص۱۵۷)

(۱۳) صاحب طبع سلیم و فکر مستقیم میرزا محمد ابراہیم الفت تخلص دارد...... اصلش از ولایت است و مولدش زمین پنجاب از تلامذہ شیخ محمد سعید اعجاز است و از فیض صحبتش تربیت یافتہ۔ (ص۱۵۸)

(۱۴) در فنون سخنوری ماہر شگفت دستگاہ شیخ عبد القادر تخلص آہی میکند.... اصلش از قرین من مضافات غزنیں است و مولد و منشاش ہندوستان...... راقم حروف را در ہر ہنگام نجی از خدمت پدر شیخ بزرگوار عبد القادر کہ شیخ اولیا نام داشت و اسم با مسمی بود فیض فراواں استعدادی کہ دراں عمر می باشد رسیدہ است........ فی شہور سنہ الف و ثمانی در بلدہ لکھنؤ از دست ساقی تقدیر ساغر اجل کشید۔ (ص۹۳ تا ص۱۱۳)

یہاں تک شاعروں کے حالات تھے اب تذکرہ الشعراء کے نام سے شاعرات کا ذکر شروع ہوتا ہے ان کی تعداد گیارہ ہے۔

(۱) مسماۃ مہر ہیروی (مہری؟) از نزدیکان عبد علیا نور جہاں

(باقی صفحہ ۷ پر)

وطن اور ــــ شاعرِ وطن

شفا گوالیاری

ہر نظارہ سے پریشاں ہر سماں خطرے میں ہے
اب زمیں خطرے میں ہے اب آسماں خطرے میں ہے
ایک ہی کیا آشیاں ہر آشیاں خطرے میں ہے
وائے گردشِ گلستاں کا گلستاں خطرے میں ہے
آندھیوں کی یورشیں ہیں، برق کے طوفان ہیں
آبروئے گل، وقارِ بوستاں خطرے میں ہے
تا حدِ منزل نظر آتے ہیں رہزن راہ میں
کارواں کی خیر یا رب، کارواں خطرے میں ہے
خلدِ کشمیر و اجنتا، جنتِ تاج حسیں
ہر نگارستان و شہرِ دلبراں خطرے میں ہے
مسجد و مندر، کلیسا، گوردوارہ زد میں ہیں
ہر عبادت گاہ، ہر اک آستاں خطرے میں ہے
آہ تہذیب و تمدن، علم و فن، شعر و ادب
عظمتِ انسانیت کا ہر نشاں خطرے میں ہے
دیکھنا چھلکے نہ تم سے جام یک جہتی کہیں
میکشو ہشیار بزمِ میکشاں خطرے میں ہے
ایک ہنگامہ بپا ہے جس طرف بھی دیکھئے
ہم اگر خطرے میں ہیں سارا جہاں خطرے میں ہے
کارفرما ہو، کہ وقتِ کارفرمائی ہے اب
اے محبت تیری رنگیں داستاں خطرے میں ہے
کام لے اپنے قلم سے جوہرِ شمشیر کا
شاعرِ ہندوستاں، ہندوستاں خطرے میں ہے
دیکھتا کیا ہے بدل دے بڑھ کے رُخ طوفان کا
آج تیری کشتیٔ عمرِ رواں خطرے میں ہے
کیوں نہ ہم سینہ سپر ہوں کیوں نہ ہوں جنگ آزما
اے شفا جب محفلِ امن و اماں خطرے میں ہے

آزمائش

واحد پریمی

بعد مدت کے آج آئی ہے اپنا پیماں پورا کرنے کو
ساتھ رہنے کو عمر بھر کے لیے میں جا رہا ہوں مگر مرنے کو
تم اگر ساتھ دینا چاہو تو بخوشی آؤ میرے ساتھ چلو
مادرِ ہند کے تقدس پر میرے ہمراہ تم بھی جاں دے دو
آج الفت کی آزمائش ہے اپنی عظمت کی آزمائش ہے

ـــــ ۰×۰۰×۰ ـــــ

سوویت لینڈ نہرو انعام کمیٹی کی میٹنگ

سوویت لینڈ کی نہرو انعام اسکیم نے عام طور پر لوگوں میں دلچسپی پیدا کی ہے۔ انعام کمیٹی نیز علاقائی مشاورتی بورڈ کے دفاتر کو دلی، بمبئی، کلکتہ اور مدراس میں مقابلے کے لیے بہت سی کتابیں وغیرہ موصول ہو چکی ہیں۔

۲۵ راگست کو کمیٹی کی سرپرست شریمتی اندرا گاندھی کے مکان پر اسکیم کو آخری شکل دینے اور اس سے متعلقہ مختلف مسائل پر غور کرنے کے لیے انعام کمیٹی کی ایک میٹنگ ہوئی۔ اس میٹنگ میں شریمتی اندرا گاندھی اور کمیٹی کے صدر شری کے. پی ایس مینن کے علاوہ نائب صدر ادبی بلنبرخ، ڈاکٹر سنیتی کمار چٹرجی، دیوان چمن لال، خواجہ احمد عباس، ڈاکٹر ہرنبس رائے بچن، سید سجاد ظہیر اور کمیٹی کے جنرل سکریٹری وی. آر کلاندا بھی جلسے میں شریک تھے۔

کمیٹی نے انعام کے قواعد و ضوابط پر غور کیا (جو سوویت دیس میں شائع ہو چکے ہیں) ان کی توثیق کی۔

کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ کم از کم پہلے سال کے لیے انعام کمیٹی کے رکن اپنی تخلیقات مقابلے میں شامل نہ کر سکیں گے۔ پہلے سال کیلئے کتابوں کی مدت اشاعت کی بھی کوئی قید نہیں لگائی گئی ہے۔ اس بار وہ ساری کتابیں اور وہ سارا مواد مقابلے میں شامل ہو سکے گا جو اب تک شائع ہو چکا ہے۔ لیکن ۱۹۶۶ء میں صرف وہی مطبوعات مقابلے میں شمولیت کی اہل سمجھی جائیں گی جو ۱۹۶۱ء سے ۱۹۶۶ء تک کی پانچ سالہ مدت کے دوران شائع ہوئی ہیں۔ ۱۹۶۷ء میں یہ مدت گھٹ کر تین سال ہو جائے گی یعنی ۱۹۶۵ء سے ۱۹۶۷ء تک کی مطبوعات۔ ۱۹۶۷ء کے بعد انعام کے لیے صرف وہی مطبوعات قبول کی جائیں گی جو اس سال اور اس کے پہلے کے دو برسوں کے درمیان شائع ہوئی ہوں۔

اس اسکیم کے تحت مندرجہ ذیل انعامات دیئے جائیں گے:۔

(الف) سوویت ہند دوستی کے استحکام اور پائدار امن کے فروغ کے موضوعات سے متعلق بہترین تخلیقات میں ترجمے کیے۔

ایک پہلا انعام:۔ ۱۵ ہزار روپے اور سوویت یونین کا دو ہفتے کیلئے مفت دورہ
〃 دوسرا 〃 〃 ساڑھے ۷ ہزار روپے اور سوویت یونین کا دو ہفتے کیلئے مفت دورہ
〃 تیسرا 〃 〃 ۵ ہزار روپے۔ ایک ایک ہزار روپے کے ۵ انعام اور ایک ایک سند

(ب) سوویت ہند دوستی کے استحکام اور پائیدار امن کے فروغ کے موضوعات سے متعلق بہترین صحافیانہ تخلیقات کے لیے۔

ایک پہلا انعام ۵ ہزار روپے اور سوویت یونین کا دو ہفتے کیلئے مفت دورہ
〃 دوسرا 〃 ڈھائی ہزار روپے 〃 〃 〃 〃 〃
〃 تیسرا 〃 ڈیڑھ ہزار روپے
پانچ پانچ سو کے الگ پانچ انعامات اور ایک ایک سند

(ج) سوویت لینڈ کی طرف سے نوعمر قارئین کے مقابلوں کے لیے۔

(سوویت دیس)

ڈاکٹر ست پرکاش سنگر

اردو مشترکہ تہذیب کا آئینہ ہے

(۵ر ستمبر ۱۹۹۵ء کو آل انڈیا ٹیچرز ڈے کے سلسلے میں پنجاب یونیورسٹی چنڈی گڑھ کے اوپن ایئر تھیٹر میں منعقد ہونے والے مشاعرہ میں مقامی انجمن ترقی اردو کے صدر، ڈاکٹر ست پرکاش سنگر نے مندرجہ ذیل خطبہ پڑھا)

آج کے دور میں، اردو زبان کی بے قدری کے باوجود، ہر سال اس تقریب پر، اور سال میں مختلف اوقات پر، مشاعروں کے لیے دلچسپی دکھلانا، اردو کی ہر دلعزیزی کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ آزادی کے بعد، اسکولوں اور کالجوں میں تعلیم پانے والے طلباء اور طالبات میں بہت کم ہی ایسے ہیں جو اردو پڑھ لکھ سکتے ہوں۔ لیکن ان کے دلوں میں اس زبان کے لیے احترام کا جذبہ دیکھ کر حیرت کا پیدا ہونا لازمی امر ہے۔ اردو شاعروں کے ہندی زبان میں غیر تسلی بخش اور ناقص تراجم پڑھ کر بھی وہ اردو کے دلدادہ بنتے جا رہے ہیں اور یہی زبان کو سیکھنے کے بے حد شائق ہیں۔ اس کی وجہ اردو کی شیرینی اور چاشنی ہے۔

ہم نے زمانہ قدیم سے امتزاج کے جذبے کو پرورش دی ہے۔ آریوں کی آمد سے لے کر انگریزوں کے حملے تک، یہاں ہر دور میں مختلف مذہبوں اور زبانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ مل کر نشوونما پانے کا پورا پورا موقعہ ملا ہے۔ ہندی اور اردو ایک دوسرے کے ساتھ مل کر پروان چڑھی ہیں۔ مسلمان سلاطین کے زمانے میں ہندوستان کی مختلف علاقائی اور علاقائی زبانوں نے ترقی پائی۔ ہندی، مراٹھی، گجراتی، بنگالی، پنجابی، اور دوسری زبانوں کو پھلنے پھولنے کا موقعہ ملا۔ مغلوں کے زمانے میں ہندی کا بول بالا تھا۔ اور حیرت کی بات ہے کہ اسی دور میں ہندی کو تقویت دینے والے ہندو شاعر ہی نہیں تھے۔ مسلمان شعراء ہندوؤں کے دوش بدوش چلتے تھے۔ مغلوں کے زمانے میں ہندی ادب کے بہترین شعراء نے تربیت پائی اور ہندی زبان کو تقویت دی۔ ان میں جہاں ایک طرف تلسی داس اور سورداس، منشی رام اور بہاری داس، نند داس اور بنارسی داس اور ستہ دیگر شعراء کا نام آتا ہے، وہاں ہندی زبان کے مشہور و معروف مسلمان شاعروں کا نام بھی احترام سے لیا جاتا ہے۔ ان میں ملک محمد جائسی اور رس خان، عالم اور عبدالرحیم خان خاناں، جمال اور شیخ مبارک، اور قادر، عثمان اور کبیر، شیخ نبی اور قاسم شاہ کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مسلمان حکمرانوں کے زمانے میں، ان ہندو اور مسلمان شاعروں نے اپنی خاص بیش بہا خدمات سے ہندی ادب کو مالا مال کیا۔

اگر ہندی شمالی ہند میں پروان چڑھی تو اردو نے دکن میں جنم لیا اور اتر میں پرورش پائی۔ پہلے اسے زبان لشکر کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ لیکن یہ بات سو فی صدی سچائی پر مبنی ہے کہ اردو کا جنم ہندوستان میں ہوا۔ اور یہ کسی بیرونی ملک سے ہندوستان میں وارد نہیں ہوئی اور نہ ہی ہندوستان کے علاوہ کسی دوسرے ملک میں استعمال ہوتی ہے۔ عوام کے درمیان عام بول چال کی اور سلیس زبان ہونے کے سبب اردو جلد ترقی پذیر ہونے لگی اور ایک اہم درجہ حاصل کرنے کے قابل ہو گئی۔

اگر ہندی کی خدمت کرنے میں مسلمان، ہندوؤں سے پیچھے نہیں رہے، اردو کو نشوونما دینے میں ہندو شعراء اور نثر نگار، مسلمان کے دوش بدوش چلتے رہے۔ اردو کے نثر نگاروں میں سب سے ممتاز مقام پنڈت رتن ناتھ سرشار کو حاصل ہے جن کا چار ضخیم جلدوں میں مطبوعہ فسانۂ آزاد، ایک بلند اور عظیم ادبی شاہکار ہے۔ فسانۂ آزاد، نہ ہی محض ایک ادبی شہ پارہ ہے بلکہ گذشتہ صدی کے تیسرے پہر کی شمالی ہند کی معاشرت کی منہ بولتی تصویر ہے۔ رتن ناتھ سرشار تو ایک بلند مرتبت ادبی شخصیت ہے۔ لیکن ان کے علاوہ بھی متعدد ہندوؤں نے اردو زبان کو اپنی خدمات سے نوازا ہے۔ ان میں چکبست، آنند نرائن ملا، پریم چند، سدرشن، کرشن چندر، کنھیا لال کپور، جوش ملسیانی، عرش ملسیانی، گوپی ناتھ امن، راجندر سنگھ بیدی، اپندر ناتھ اشک کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ان ناموں کے تذکرہ کا مدعا صرف یہ ہے کہ زبان کسی مذہب یا فرقے، صوبے یا خطے کے ماتحت رہ کر پرورش نہیں پاتی۔ وہ تو ان کی قید سے آزاد ہو کر، اپنے بل بوتے پر زندہ رہتی ہے۔ سرکار کی طرف کی ہوئی بندشیں اس پر اثر انداز نہیں ہوتیں۔ ایک سو پچیس سال کی لگاتار کوششوں کے باوجود، پولینڈ کے جرمن حکمران، پولش زبان کو مٹانے میں ناکام رہے۔ ہندوستان کی تاریخ کی نمایاں خصوصیت، ہر فرقے اور مذہب، خیال اور زبان کو پھلنے پھولنے، نشوونما حاصل کرنے اور تقویت پانے کی پوری پوری آزادی رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آزادی کے فوراً بعد ہمارے آئین سازوں نے ملک میں چودہ بڑی زبانوں کو تسلیم کیا اور انہیں ترقی دینے کا فیصلہ کیا۔

لیکن جہاں دوسری زبانوں کو ترقی دینے کے لیے ٹھوس اقدامات اٹھائے گئے، وہاں اردو کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی گئی۔ اور اردو کے قدردانوں کو شکایت ہے کہ اسے نظر انداز کیا گیا۔

جمہوری اصولوں کو قائم کرنے، جمہوری حکومت کے قیام اور سیکولرازم کو تسلیم کرنے کے بعد ہمارا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ ملک میں خوشگوار فضا قائم کرنے کے لیے ہم مختلف زبانوں کو

ترقی دینے کی کوشش کریں۔ جن لوگوں نے زبان کے سوال پر ملک کے مختلف حصوں میں فساد کرانے اور یہاں کے خوشگوار ماحول کو مکدر کرنے کی کوشش کی، ان کے تنگ نظریے کی مذمت کرتے ہوئے ہم اس حقیقت کو قبول کریں کہ زبان کا مسئلہ دوسری زبانوں کے بائیکاٹ سے نہیں، انھیں اپنانے سے حل ہو سکتا ہے۔ علیحدہ کے لیے چار زبانوں کے فارمولے کو رائج کرکے ہم اس مشکل پر قابو پا سکتے ہیں۔ ہندی تو راشٹر بھاشا ہے۔ اسے پڑھے بنا چارہ ہی نہیں۔ انگریزی کو ختم کرنا ہمارے لیے نامناسب ہی نہیں، مہلک ثابت ہوگا۔ تیسری علاقائی زبان ہونی چاہیے۔ ان کے علاوہ ایک اور زبان کا ہونا لازم ہے۔ حال میں پارلیمنٹ کے ۱۰۴ ممبران نے ایک عریضہ بھیجا تھا جس میں سرکار سے یہ مانگ کی گئی ہے کہ پنجاب، یو۔پی، کشمیر وغیرہ میں چوتھی زبان اردو ہونی چاہیے۔

جہاں ایک طرف اقلیتوں کا مقدس فرض ہے کہ ملک کی یک جہتی کو بنائے رکھنے کے لیے سرکار کی ہر ممکن مدد کریں، وہاں اکثریت کا بھی یہ فریضہ ہو جاتا ہے کہ اقلیتوں کی کلچر اور زبان کے تحفظ کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا جائے۔ وہی ملک ترقی کر سکتا ہے جہاں کی اقلیتیں ملک کی یک جہتی کے لیے کوشاں ہیں اور جہاں اکثریت کی طرف سے ان کے جملہ حقوق کا کامل تحفظ ہوتا ہے۔ اور پھر اردو تو محض ایک اقلیت کی زبان ہی نہیں، اکثریت والے بھی اسے خوب سمجھتے ہیں اور اس کے ادبی خزانوں سے مالا مال ہوتے ہیں۔

صفحہ ۴ سے آگے

بیگم بودہ است۔ (ص ۱۹۵)

(۲) مساۃ نہالی صاحب دہلشیں خرم بیگم والدہ شاہ سلطان بود۔ (ص ۱۹۶)

(۳) مساۃ تومی آتون منکوحہ ملا بقائی است کہ امیر نظام الدین علی شیر رحمت اللہ علیہ معتقد او بود (ص ۱۹۶)

(۴) مساۃ آقا بیگم

(۵) مساۃ اتی دوست (ذاکیہ دوست؟) دختر درویش قیام سبزواری است (ص ۱۹۸)

(۶) مساۃ حجابی دختر خواجہ ہادی استرآبادی است (ص ۱۹۸)

(۷) مساۃ بدی شیخ عبد اللہ دیوانہ کہ پسر خواجہ حکیم بود شوہر او است۔ (ص ۱۹۹)

(۸) مساۃ نسائی

(۹) مساۃ خانزادہ طبری

(۱۰) مساۃ شیشہ بیگم از نسل سادات جرجانی است (ص ۲۰۰)

(۱۱) مساۃ شریفہ بانوی ہمدی

اور اس کے بعد کتاب ختم ہوتی ہے خاتمہ کی عبارت یہ ہے۔

"خاتمۃ الکتاب، افتتاح سخن سخن سنجان واختتام کلام نازک خیالان بحمد صانع سزاوار است کہ سرلوح دیباچہ اجزای کائنات مابہ سفیدہ نور محمدی علیہ من صلوات اتمہا مزین ساخت وبجمل خاتمہ رسالتہ مہر نبوتیش (کذا) زیب وزینت بخشید اما بعد این .... (ص ۲۰۱)

اس صفحہ پر ترک میں لفظ "مسافر" لکھا ہے صاف ظاہر ہے عبارت جاری تھی، اب یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ اس کے بعد کیا تھا، شروع سے ضائع شدہ ۸۲ اوراق کے متعلق بھی کچھ نہیں کہا جا سکتا، مرزا اجمیل (ص ۹۳) کے حالات کے بعد بھی مولانا حقی لکھتے ہیں کہ۔

"۸۴ صفحات غائب ہیں"

ان حالات میں یہ کہنا کہ فی الواقع کتنے شعرا کا ذکر مولف نے کیا تھا ممکن نہیں، بہرحال اس نے تذکرے کے مختلف ابواب جس طرح قائم کیے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شعرا کا جامع تذکرہ لکھ رہا تھا اس کے لیے اس نے خود معلومات فراہم کرنے کی کوشش کی ہے اور دوسرے اقوال پر اکتفا نہیں کی جیسا کہ عام طور پر کیا جاتا رہا ہے اس کے علاوہ یہ خصوصیت بھی قابل ذکر ہے کہ اس نے شعرا کے حالات لکھنے پر زیادہ توجہ کی ہے غزلیں اور متفرق اشعار لکھ کر صفحات سیاہ نہیں کیے ہیں، چنانچہ یہ ایک اہم ماخذ کی حیثیت سے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

مراسلات

حسنؒ دہلوی

چشتیہ سلسلے کے جید علی ستون حسن دہلوی۔ کے دیوان کی تاجکستان میں اشاعت کا ذکر "قومی آواز" (لکھنؤ) سے "ہماری زبان" مورخہ یکم ستمبر ۱۹۷۶ء میں مقتبس ہے۔ کہ

"حسن دہلوی امیر خسرو کی طرح ہندوستان کے بہترین فارسی شاعر شمار ہوتے ہیں۔ ان کا کلام نایاب ہے اور اب تک شائع نہیں ہوا تھا"

اس سلسلے میں عرض ہے کہ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاؒ کے مرید اور امیر خسرو کے دوست اور پیر بھائی حسن دہلوی کے کلام کے مخطوطات کتب خانہ سالار جنگ۔ کتب خانہ آصفیہ (حیدر آباد)۔ اودھ کا شاہی کتب خانہ اور انڈیا آفس لائبریری میں محفوظ ہیں۔ دیوان حسن کا ایک نسخہ مہاراجہ سرکشن پرشاد شادؔ کے ذاتی کتب خانہ میں بھی تھا۔ دوسرے کتب خانوں میں بھی حسن کے کلام کے مخطوطات ہوں گے جو ہمارے علم میں نہیں ہیں۔

جناب مسعود علی محوی (بی۔ اے) سابق سشن جج سرکار آصفیہ نے مہاراجہ سرکشن پرشاد کی سرپرستی میں ۱۳۵۲ھ میں مکتبہ ابراہیمیہ مشن پریس حیدر آباد دکن سے حسن کا دیوان شائع کر دیا ہے دیوان حسن پر فاضل مرتب کا عالمانہ مقدمہ ضمیمہ کے ۸ صفحات سمیت ۷۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

حسن دہلوی کے حالات ذیل کی کتابوں میں ملتے ہیں۔

(۱) تاریخ فیروز شاہی۔ ضیاء الدین برنی
(۲) سیر الاولیاء۔ محمد مبارک العلوی الکرمانی المدعو با میر خورد
(۳) سیر العارفین۔ حامد بن فضل اللہ
(۴) تاریخ فرشتہ۔ ابوالقاسم فرشتہ
(۵) اخبار الاخیار۔ مولانا عبدالحق محدث دہلوی
(۶) بہارستان۔ شاہ نواز خاں
(۷) سفینۃ الاولیاء۔ شہزادہ دارا شکوہ

ان کتب کے بیانات کی روشنی میں جناب مسعود علی صاحب نے حسن کی زندگی کے حالات مرتب کیے ہیں۔

فاضل مرتب کے پیش نظر دیوان حسن کے مندرجہ ذیل قلمی مخطوطات تھے

(۱) مہاراجہ سرکشن پرشاد کے کتب خانہ کا نسخہ (۲) کتب خانہ سالار جنگ کا نسخہ اور (۳) کتب خانہ آصفیہ کے دو نسخے۔

زیر نظر نسخہ۔ دیوان حسن۔ میں کل ۹۴۸۲ ادبیات ہیں۔ فاضل مرتب نے لکھا ہے کہ ۷۱۵ھ میں حسن کا جو دیوان مدون کیا گیا تھا اس میں تقریباً دس ہزار ابیات تھے۔ اودھ کے شاہی کتب خانہ کے نسخے میں ابیات کی تعداد ۷۰۲۰ بتائی جاتی ہے۔

انڈیا آفس کے نسخہ میں حسن کا ۷۱۵ھ کے بعد کا کلام بھی شامل ہے، جو مسعود علی صاحب کی نظر سے نہیں گذرا۔ ممکن ہے تاجکستان میں شائع ہونے والے نسخہ میں حسن کا پورا کلام ہو اور اس کی ترتیب و تدوین میں انڈیا آفس کے نسخہ کو نظر انداز نہ کیا گیا ہو۔

حسن کی غزلوں میں جو درد اور سوز و گداز پایا جاتا ہے بقول علامہ شبلی وہ سوز و گداز امیر خسرو کے یہاں بھی نہیں ہے (شعر العجم دوم صفحہ ۱۳۰)۔ وہ جذبات سے مملو ہیں۔ ان کی زبان نرم و شیریں ہے۔ کلام میں لطافت اور سلاست پائی جاتی ہے۔ ان کی مثنویاں صاف اور سادہ ہیں۔ قصائد میں ممدوح کی مدح دستائش کی شان و شوکت نہیں پائی جاتی جس کی بناء پر انھیں "نظم ہوس پیشگان" کہا جائے۔ غزل میں حسن کی طبع رواں کے جوہر کھلتے ہیں۔ ان کے کلام میں تصوف کا رنگ ہلکا اور عاشقانہ رنگ گہرا ہے۔

دولت شاہ اپنے تذکرہ میں امیر خسرو اور حسن کے واقعہ کے ذکر کے بعد کلام کی تعریف کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"فضلاء ایں غزل را جواب بسیار فرمودہ اند ہیچ جواب از جہاں پر حال تر نیفتادہ
(تذکرہ دولت شاہ مطبوعہ صفحہ ۱۸۱)

غزل کا مطلع یہ ہے ؎ (دیوان حسن صفحہ ۱۸۱)

ساقیا مے دہ کہ ابر بے حاست از خاور سفید
سر وہ امر سبز شد صد برگ را جادو سفید

جامی نے بہارستان میں حسن کی غزل گوئی کی تعریف کی ہے اور انھیں طوطیٔ ہندوستان کہا ہے۔ امیر حسن کے یہاں سعدی کا رنگ اور پیروی کا انداز ملتا ہے۔

حسن گلے ز گلستان سعدی آورد ست
کہ اہل معنی گلچیں ایں گلستان شند۔

(دیوان حسن صفحہ ۹۳)

گر نبو شی دُر دست از خمخانہ درو اے حسن
داد معنی از مے سعدی شیرازی بری

صفحہ ۳۵۰

حسن نے اپنے اشعار میں حسان۔ خاقانی۔ رشید وطواط۔ حسینی۔ سعدی۔ نظامی اور خسرو کا ذکر کیا ہے۔

ملہ حسن دہلوی کے سلسلے میں ڈاکٹر ک۔ بی کلیم الدین صاحب کا بھی ایک مراسلہ اس مراسلے کے بعد ہمیں موصول ہوا جس میں حسن دہلوی کے متعلق تقریباً یہی معلومات درج ہیں اس لیے اسے شائع نہیں کیا جا رہا ہے (ادارہ)

شہ محمد را باسم دخل امید است آنکہ
ایں حسن درگاہ دوتش حساں شود
(دیوان صد ۴۸۲)

کردم بمدح خسروی برحکم فرماں سروری
تاہم ردیف دہم روی خاقانی آساد اشتہ
(ص ۵۳۲)

حسن ہر شب جینی دار گوید
کجائی اے قرار بے قراراں
(ص ۲۹۹)

حسن گلے زگلستاں سعدی آوردست
کہ اہل معنی گلچیں ایں گلستانند
(ص ۹۳)

گفتیم پنج بیت بیادت چو پنج گنج
ما خود حسن شاہیم غلام نظامیئیم
(ص ۲۴۵)

شاعری میں امیر خسرو کے بلند مرتبہ کو کوئی نہیں پہنچ سکتا انھوں نے خود کہا ہے ؎

کس دریں روزگار نتواں یافت
کہ سخن با فروغ می گوید
ہر گوید کہ راست میگویم
راست میگویم دروغ می گوید

(دیباچہ دیوان حسن ص ۱۱۲)

مگر وہ بھی حسن کی تعریف کرتے ہیں ؎

خسروا شعر تو اسرار حدیث است مگر
کز سخن ہائے تو ام بوئے حسن می آید

حسن نے خسرو کی تعریف یوں کی ہے ؎

خسرد از راہ کرم بہ پذیرد
سخنم چوں سخن خسرد نیست
انچہ من بندہ حسن می گویم
سخن اینست کہ من می گویم

(دیوان حسن ص ۱۲۸)

امیر حسن کی تالیف میں "فوائد الفواد" (ملفوظات سلطان المشائخ) کو زبردست اہمیت اور مقبولیت حاصل ہے۔ اس سے سلطان المشائخ اور حسن کے حالات پر روشنی پڑتی ہے۔ صاحب ارمغان پاک نے اس کتاب کے حسن بیان اور ترتیب کی سلیقگی کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"یہ کتاب اب حضرات صوفیاء کے ارشاد و ہدایات کا مخزن ہی نہیں بلکہ تاریخ اور ادب کا سدا بہار باغ بھی ہے۔"

(ارمغان پاک مقدمہ ص ۲۱)

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ملفوظات کی یہ اہمیت ہے کہ ان سے صاحب ملفوظ اور جامع ملفوظ دونوں کے حالات اور تعلقات کا پتہ چلتا ہے۔ ان ملفوظات میں ارادت مند اور نیک بخت ہاتھوں نے بزرگوں کے اقوال و ارشادات کو بجنسہٖ محفوظ کر دیا ہے جن سے زبان کے گیٹرے کے سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

(ابو زاہد سعید انصاری)

راجہ ٹوڈرمل کی کتابیں

موتمن الدولہ عمدۃ الملک راجہ ٹوڈرمل لاہرپوری وزیر شہنشاہ اکبر اعظم کی تین کتابیں۔ دستور العمل خزینۃ العلوم خازن اسرار کا ذکر تذکروں میں ملتا ہے۔ شمس العلماء مولانا محمد حسین آزاد نے دربار اکبری میں لکھا ہے کہ انھوں نے خود خازن اسرار کو دیکھا ہے۔ اگر کسی صاحب کے پاس ہوں یا کسی کتب خانے میں ہوں اگر کسی صاحب کو علم ہو تو مجھے اطلاع دینے کی زحمت کریں۔

شریعت الحسن لاہرپوری
(ایم۔ اے۔ علیگ)
۱۱۷۔ اولڈ گنیش گنج۔ لکھنو۔ یو۔ پی۔

انجمن ترقی اردو دلی اسٹیٹ کے نئے عہدیداروں کا انتخاب

دہلی۔ ۲۹ ستمبر۔ آج انجمن ترقی اردو دلی اسٹیٹ کی نئی مجلس عاملہ کی پہلی میٹنگ ہوئی جس میں عہدیداروں کی نامزدگی و انتخاب عمل میں آیا۔ میٹنگ انجمن کے دفتر واقع علی منزل کوچہ پنڈت ہوئی اور اس کی صدارت پنڈت سندر لال صاحب نے فرمائی۔ اراکین مجلس عاملہ نے بیگم انیس قدوائی ایم۔ پی اور جناب خوشتر گرامی ایڈیٹر بیسویں صدی کو نائبین صدر کی حیثیت سے منتخب کیا۔ بیگم حمیدہ سلطان احمد صاحبہ پھر سے جنرل سکریٹری منتخب ہو گئیں اور خازن کی حیثیت سے جناب ایم۔ آر۔ شیرانی صاحب کا انتخاب عمل میں آیا۔ تمام انتخابات اتفاق رائے سے ہوئے۔ بہار برنی کو جائنٹ سکریٹری اور ظفر ادیب کو اسسٹنٹ سکریٹری نامزد کیا گیا۔ میٹنگ میں جو حضرات شریک تھے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

پنڈت سندر لال صاحب، شیو پرشاد سنہا صاحب، مالک رام صاحب، خوشتر گرامی صاحب، حکیم خلیل الرحمٰن صاحب ناروہوی، ڈاکٹر ظہیر احمد صاحب صدیقی، تقیم الدین صاحب فاروقی، قمر فرشوری صاحب، مسٹر سیٹھ، بیگم حمیدہ سلطان صاحبہ، بہار برنی۔

(الجمعیۃ۔ دہلی)

اردو کی مفت تعلیم کا انتظام

چنڈی گڑھ۔ ۰ ستمبر۔ انجمن کی شاخ کے زیر اہتمام یونیورسٹی کے طلباء کو اردو کی مفت تعلیم دینے کے سلسلے میں گروپ نمبر ۲ کا افتتاح جناب دلجنگ سنگھ جوہر سکریٹری پنجاب ودھان سبھا نے کیا۔ افتتاحیہ تقریر میں آپ نے فرمایا کہ اردو زبان ہمارے تمدن کا گہوارہ ہے اس لیے اس کا مطالعہ ضروری ہے۔ اور موجودہ صورت حال کے پیش نظر تو اس زبان سے ناآشنائی سیاسی طور پر بھی نقصان دہ ہے۔

ڈاکٹر ست پرکاش سنگھ نے صدارتی خطبہ میں طالب علموں کو خوش آمدید کہا اور امید ظاہر کی کہ وہ بہت جلد اردو سیکھ لیں گے۔

دونوں معزز مہمانوں نے انجمن ہذا کے سکریٹری جناب نرلیش کی انتہائی تعریف کرتے ہوئے انھیں مبارکباد پیش کی اور کہا کہ انجمن کی یہ کاوش اردو زبان کے تاریخ داں نظر انداز نہیں کر سکتے۔

جناب نرلیش نے یقین دلایا کہ وہ صدق دلی سے اردو زبان کی ترقی کے لیے کوشاں رہیں گے چاہے اس کے لیے انھیں کیسی بھی مخالفت کا سامنا کیوں نہ کرنا پڑے۔ بعد ازاں ایک قرارداد پاس کی گئی جس میں اجلاس نے حکومت ہندوستان کو اپنی خدمات پیش کیں اور بھارتی فوجیوں کو مبارکباد بھیجی۔

نرلیش
سکریٹری انجمن ترقی اردو پنجاب
چنڈی گڑھ

شاخ نیلور کی طرف سے پاکستانی جارحیت کی مذمت

انجمن ترقی اردو (نیلور) کی جانب سے ضلع نیلور کے اردو دوستوں کا ایک خاص اجلاس ۲۰ ستمبر کو انجمن کے دفتر میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں تمام ادیبوں، شاعروں مصنفوں اور اردو دوستوں نے کشمیر پر پاکستان کی فتنہ انگیز مداخلت کی پرزور مذمت کی اور یہ قرارداد پاس کی کہ ہم پاکستان کے اس جارحانہ اقدام کی روک تھام میں اپنی حکومت کی ہر کارروائی کو مناسب سمجھتے ہیں۔

۲۴ ستمبر کو ضلع نیلور کے کل مسلمانوں کی ایک نمائندہ میٹنگ ٹاؤن ہال میں منعقد ہوئی۔ تقریباً دو ہزار کا مجمع تھا۔ شری آر۔ ایل ریڈی۔ شری اے سنجیوا ریڈی۔ جناب بشیر الدین احمد مالک اپو بیڑی۔ جناب خواجہ محی الدین صاحب نے تقاریر کیں۔ آخر میں انجمن ترقی اردو کی جانب سے عبد الوہاب تسنیم نے ہماری زبان بابت ۵ ستمبر ۱۹۶۵ء کا اداریہ اردو کے ادیبوں سے اپیل پڑھ کر سنائی۔

عبد الوہاب تسنیم
سکریٹری انجمن ترقی اردو
نیلور

لاکھنواڑہ میں انجمن ترقی (ہند) کی شاخ قائم کر دی گئی

لاکھنواڑہ کے اردو دوست انجمن کے ممبر بنیں

مہاراشٹر کے اردو دوستوں کو یہ سن کر مسرت ہوگی کہ انجمن ترقی اردو (ہند) کی شاخ لاکھنواڑہ ضلع بلڈانہ میں قائم کر دی گئی ہے۔ وہاں کے اردو دوستوں سے درخواست ہے کہ اردو کے مقاصد کو تقویت پہونچانے کے لیے زیادہ سے زیادہ تعداد میں انجمن ترقی اردو (ہند) کے ممبر بنیں۔

رکن سازی کے فارم حاصل کرنے کا پتہ:۔

جناب محبوب راہی پیپلگانوی
جنرل سکریٹری
انجمن ترقی اردو۔ ہند۔ شاخ لاکھنواڑہ

م۔ ی۔ کھتری
شعبہ نشر و اشاعت
(انجمن ترقی اردو (ہند) مہاراشٹر)

"ہماری زبان" سے خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

گورنمنٹ راجستھان کی مقرر کردہ اردو کمیٹی کی میٹنگ

۲۷ ستمبر ۶۵ء کو ساڑھے تین بجے شام سکریٹری ایٹ راجستھان میں اسپیشل سکریٹری صاحب راجستھان کے دفتر میں اس کمیٹی کی میٹنگ منعقد ہوئی جس کا اعلان چیف منسٹر صاحب راجستھان نے کل ہند اردو کانفرنس جے پور کا افتتاح کرتے وقت کیا تھا۔ اس کمیٹی کا یہ پہلا اجلاس تھا جس میں حسب ذیل اصحاب نے شرکت کی۔

(۱) اسپیشل سکریٹری صاحب راجستھان

(۲) ایجوکیشن " "

(۳) لا سکریٹری صاحب "

(۴) خان بہادر الطاف احمد صاحب خیری اسپیشل آفیسر گورنمنٹ راجستھان

(۵) جنرل سکریٹری صاحب انجمن ترقی اردو راجستھان۔

اس کمیٹی کے چیرمین چیف سکریٹری صاحب راجستھان اور سید عابد علی صاحب چیرمین وقف بورڈ ممبر بوجہ دیگر مصروفیات شریک نہ ہو سکے۔

راجستھان میں مسائل اردو کے متعلق تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ بڑا سوال پرائمری اسکولوں میں اُن طلبہ کے لیے جنکی مادری زبان اردو ہے۔ ذریعہ تعلیم اردو ہونے کا تھا۔ دوسرا سوال گورنمنٹ کی مقررہ تعداد کے مطابق طلبہ کی موجودگی پر اردو کی تعلیم بحیثیت مادری زبان کے جاری ہونے کا۔

ایجوکیشن سکریٹری صاحب کا کہنا تھا کہ گورنمنٹ راجستھان کے احکام کے مطابق تعمیل کی جا رہی ہے مگر جنرل سکریٹری نے اس کو تسلیم نہ کرتے ہوئے ایک نامکمل گوشوارہ پرائمری اسکولوں کا پیش کیا کہ جہاں تعمیل نہیں کی جاتی۔ خاصکر ذریعہ تعلیم تو کہیں بھی اردو نہیں ہے۔ گورنمنٹ کا حکم فروری ۵۹ء میں پرائمری اسکولوں میں درجہ پنجم تک اردو کی تعلیم ذریعہ اردو زبان جاری کرنے کا تھا۔ مگر بہت سے اسکولوں میں تو اردو کا وجود ہی نہیں ہے اور زیادہ تر میں بجائے کل مضامین پڑھانے کے صرف ریڈر پڑھائی جا رہی ہیں اور وہ بھی کہیں کہیں صرف درجہ اول و دوم میں۔

یہ گوشوارہ نامکمل اس لیے کہا گیا ہے کہ راجستھان کے صرف انھیں اسکولوں کا اس میں ذکر ہے۔ جہاں کے اردو دوستوں یا انجمن کی شاخوں نے بعد معلومات مقامی اطلاعیں دی ہیں۔ سارے راجستھان میں تو ایسے بہت زیادہ اسکول ہیں۔

قرار پایا کہ اس امر کی جانچ کرائی جائے کہ تعمیل احکام کی کیا کیفیت ہے۔

اس کے بعد مڈل اسکولوں کا سوال پیش ہوا۔ ان کا بھی ایک نامکمل گوشوارہ جنرل سکریٹری انجمن نے پیش کیا کہ جہاں مقررہ تعداد سے زائد تعداد طلبہ ہونے کے باوجود تعلیم اردو بحیثیت اختیاری مضمون جاری نہیں ہے۔ مثلاً شہر جے پور کے کسی سرکاری مڈل اسکول میں اردو کا وجود نہیں ہے۔ اس کی بھی جانچ کرائی جائے گی۔

اس کے بعد سکنڈری اور ہائر سکنڈری اسکولوں کے بابت بھی ایسا ہی طے ہوا۔ واضح رہے کہ راجستھان ایجوکیشن بورڈ یہ بات صاف طور پر طے کر چکا ہے کہ درجہ نہم دہم اور یازدہم میں اردو بطور اختیاری مضمون بھی لی جا سکتی ہے اور بحیثیت تیسری زبان کے بھی اور دونوں حیثیت سے ساتھ ساتھ بھی مگر راجستھان میں ابھی اس پر عمل نہیں ہوا۔ لہٰذا اس بابت بھی معلومات کی جائے گی۔

اس کے بعد سرکاری اسکولوں کی لائبریریوں کے لیے اردو کی کتابوں کی خریداری کا سوال پیش ہوا۔

اور اردو میں لکھی ہوئی درخواستوں وغیرہ کے قبول کیے جانے اور اس کے جواب اسی زبان میں دیئے جانے کا سوال سامنے آیا اس کی بابت کوئی شکایت کہیں سے وصول نہ ہوئی تھی۔ لہٰذا ان کو چھوڑ دیا گیا۔

لا سکریٹری صاحب نے بتایا کہ جملہ قوانین و قواعد کے اردو میں ترجموں کے لیے ایک ترجمان حاصل کر لیا گیا ہے۔ اور یہ کام جاری ہے۔ پہلا ترجمہ پنچایتوں کے متعلق قانون کا شایع ہوگا۔ اور پھر اس کے بعد دیگرے۔

یہ سوال بھی پیش ہوا کہ کل ہند اردو کانفرنس جے پور کے موقع پر چیف منسٹر صاحب نے مبلغ دس ہزار روپیہ سالانہ کی منظوری اردو تصانیف چھپوانے کے لیے ساہتیہ اکیڈمی راجستھان کو ماہ اکتوبر ۱۹۶۱ء کو دی تھیں مگر اکیڈمی نے آج تک کوئی کتاب اردو کی اردو رسم خط میں شایع نہیں کی۔ اس سلسلے میں بتایا گیا کہ اکیڈمی سے خطوط کے جواب تک نہیں ملتے اور یہ بھی واضح کیا گیا کہ کوئی رسالہ مستقل تصنیف کی تعریف میں نہیں آتا بالخصوص جب کہ وہ اس اعلان کے پہلے سے جاری ہو۔

دیگر مختلف جزوی مسائل پر بھی گفتگو کے بعد یہ میٹنگ ختم ہوئی۔

(نامہ نگار)

ہماری زبان

کو مضامین و مراسلات ارسال کرتے وقت یہ خیال رکھیں کہ وہ کاغذ کے ایک طرف لکھے ہوں۔ (ادارہ)

تبصرہ
م۔ک

پری خانہ

مصنف :- واجد علی شاہ
مترجم : تحسین سروری
مطبوعہ کتاب کار پبلیکیشنز، رامپور، یو، پی
قیمت :- دو روپے، لکھائی چھپائی معمولی
تقطیع ۲۳×۳۶/۱۶ نیوز پرنٹ،
صفحات :- ۱۹۰

پری خانہ مطبوعہ (جون ۱۹۵۸) مکتبہ نیا راہی، کراچی، کا یہ ہندوستانی پاکٹ بک ایڈیشن ہے جس کا خود کتاب میں کہیں کوئی ذکر نہیں،

دیباچہ میں مترجم نے اس کتاب کو متعدد جگہ "پری خانہ" کے نام سے یاد کیا ہے، حالانکہ اسی ترجمہ کے آخر میں قطعہ تاریخ کے مصرع، "چوں کتاب عشق نامہ شد تمام" سے صاف ظاہر ہے کہ اس کتاب کا نام عشق نامہ ہے اور یہی حقیقت بھی ہے، شاہی زمانے میں یہ کتاب کبھی نہیں چھپی، پاکستانی پبلشر اس امر کے مدعی ہے کہ اس کو فارسی کے ایک نایاب قلمی نسخہ سے ترجمہ کر کے اردو میں پہلی بار شایع کیا جا رہا ہے، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ مرزا فدا علی خنجر نے ۱۹۲۶ء میں پہلی بار "محل خانۂ شاہی" کے نام سے اردو میں ترجمہ کیا اور اس وقت سے اب تک اس کے تین ایڈیشن شایع ہو چکے ہیں، اور نثار احمد فاروقی نے اسی ترجمہ کا خلاصہ نقوش (کراچی) کے آپ بیتی نمبر میں پیش کیا ہے، تعجب ہے کہ جناب مترجم جو مختلف تاریخوں اور تذکروں میں اس کتاب کو تلاش کرتے رہے نہ کتاب کا اصل نام دریافت کر سکے اور نہ وہ مضامین اور کتابیں ان کی نظر سے گذریں جو اسی ترجمہ سے ماخوذ ہیں،

ہمارے ہندوستانی پبلشر نے دیانت داری سے اس غلط بیانی کو تو حذف کر دیا ہے جو اردو میں پہلی دفعہ پیش کرنے سے متعلق تھی لیکن ساتھ ہی ایک اور دلچسپ اضافہ بھی کیا ہے جو اس ذہنیت کی عکاسی کرتا ہے کہ واجد علی شاہ کی متعدد تصانیف میں صرف یہی کتاب بادصف اپنی نایابی کے کیوں بار بار چھپتی رہی ہے اور مختلف لوگ اس کی طرف کیوں متوجہ ہوتے رہے ہیں، بقول مترجم یہ ایک جنسی مریض کی داستان بجز و حال ہے لیکن لذت کوشی اور لذت اندوزی جس کے لیے واجد علی شاہ جنسی مریض قرار دیے گئے ہیں کچھ انھیں کے لیے مخصوص نہیں، عام اردو داں طبقہ بھی اسی ذہنی عیاشی میں مبتلا ہے اور ہمارے پبلشر ڈھونڈھ ڈھونڈھ کے ان کتابوں کے سستے ایڈیشن چھاپ کر سہی میں جو دیپچی رپٹو کی کتابوں کی طرح قانون کی گرفت میں بھی نہ آئیں اور اس جذبہ کو تسکین بھی دے سکیں، شاہد ان عشوہ طراز کا ذکر شبستان عیش کی داستان میں بطور خود نوجوان طبقہ کے لیے بے پناہ کشش رکھتی ہیں لیکن جب سرورق پر کتاب کے تعارف میں یہ اضافہ کر دیا جائے کہ یہ رنگیلے پیا جان عالم واجد علی شاہ اختر کی داستانِ معاشقہ ہے تو پھر وہی مثل صادق آتی ہے کہ قند اور وہ بھی قند پارسی،

کتاب کی افادی حیثیت بھی پیدا ہو جاتی اگر دیباچہ کو تحقیق کے ساتھ مرتب کیا گیا ہوتا اور متعلقہ افراد اور واقعات پر مختصر حاشیے لکھ دئے گئے ہوتے لیکن ناشر اور مترجم کسی نے بھی اس کی ضرورت محسوس نہ کی، بلکہ جناب مترجم نے ترجمہ کرتے ہوئے نہ صرف نام میں تصرف کیا بلکہ عبارت میں بھی اجتہاد کا رنگ دکھایا۔ سرخیاں بدل دیں، جگہ جگہ فقرے حذف کر دیئے ابواب میں تقسیم اور اشعار کا اضافہ اپنی طرف سے کیا، ترجمہ میں لفظی صحت کے بجائے روانی پر زور دیا اور بہ حیثیت مجموعی وہ شکل پیدا کر دی کہ بمقابلہ خنجر کے ترجمے کے عبارت مروجہ اردو میں ہے لیکن تحقیقی کام کرنے والوں کے لیے قطعی ناقابلِ اعتبار، ممکن ہے اس اختلاف کا سبب کسی حد تک وہ نایاب قلمی نسخہ ہو جو ان کے پیش نظر تھا لیکن ہمارے پیش نظر ایک نہایت قدیم معتبر قلمی نسخہ ہے جو خنجر کے ترجمے سے مطابقت رکھتا ہے اور ان کے ترجمے سے مغائرت، کیا اچھا ہوتا کہ ہمارے ہندوستانی پبلشر خنجر ہی کے ترجمے کو پھر چھاپ دیتے کیونکہ اس کے سبھی ایڈیشن نایاب ہو چکے ہیں،

مالک انجمن ترقی اردو ہند، علی گڑھ، پرنٹر ضمیر الدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھاپا پبلشر نذیر حسن نے دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شایع کیا